پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی (حویلیاں، ہزارہ)

# تاریخ وفات نبوی ﷺ

ارباب تاریخ و سیر آنحضرت ﷺ کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات دونوں کے بارے میں مختلف الرائے ہیں۔ جمہور کے نزدیک بارہ ربیع الاول تاریخ ولادت بھی ہے اور تاریخ وفات بھی جبکہ اہل تحقیق کے نزدیک بارہ ربیع الاول نہ تو تاریخ ولادت ہے اور نہ ہی تاریخ وفات۔

## تاریخ ولادت:

تمام مؤرخین کا تین باتوں پر اتفاق ہے۔

۱۔ ولادت کا سال، عام الفیل" تھا۔ ۲۔ ولادت کا مہینہ ربیع الاوّل ۳۔ یوم ولادت پیر تھا۔ لیکن تاریخ ولادت کے بارے میں مؤرخین کے اقوال حسب ذیل ہیں۔

ربیع الاول کی ۲، ۸، ۹، ۱۰، ۱۲ اور اہل تشیع کے نزدیک ۱۷ تاریخ

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:

تاریخ کی تعیین میں چار اقوال مشہور ہیں ......... دوسری، آٹھویں، دسویں، بارھویں، حافظ مغلطائی نے دوسری تاریخ کو اختیار فرما کر دوسرے اقوال کو مرجوع قرار دیا ہے مگر مشہور قول بارھویں تاریخ کا ہے۔ یہاں تک کہ ابن البزاز نے اس پر اجماع نقل کر دیا ہے اور اسی کو کامل ابن اثیر میں اختیار کیا گیا ہے اور محمود پاشا مصری نے جو نویں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے اور حسابات پر بوجہ اختلاف مطالع ایسا اعتماد نہیں ہو سکتا کہ جمہور کی مخالفت اس کی بناء پر کی جائے (سیرت خاتم الانبیاء صفحہ ۲۰) یہ ملحوظ رہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے آگے چل کر تاریخ وفات نبوی ﷺ کے متعلق طریق حساب کو ترجیح دے کر جمہور کے قول کو رد فرمایا ہے۔

اہل تحقیق کے نزدیک صحیح اور مستند قول یہ ہے کہ ۹ ربیع الاوّل تاریخ ولادت ہے۔ مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی صاحب نے اسی قول کو بدلائل ثابت کیا ہے اور بارہ ربیع الاول کی تائید میں روایات کو کمزور کہا ہے۔ (قصص القرآن جلد چہارم ص ۲۵۶)

جلیل المرتبہ ائمہ دین، محدثین اور مؤرخین نے ۹ ربیع الاول کی تاریخ کو صحیح اور اثبت کہا ہے۔ چنانچہ حمیدی، عقیل، یونس بن یزید ابن حزم، محمد بن موسیٰ خوارزمی، ابوالخطاب ابن دحیہ، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر، ابن حجر عسقلانی، بدر الدین عینی علامہ شبلی نعمانی، قاضی سلیمان منصور پوریؒ اور دیگر محققین نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔

قاضی سلیمان منصور پوریؒ لکھتے ہیں کہ

نبی علیہ السلام کی مبارک زندگی میں دو شنبہ (پیر) کا دن خصوصیت رکھتا ہے۔ ولادت، نبوت، ہجرت، وفات سب اسی دن ہوئی ہیں۔ اس سے مختلف تاریخوں کی تصحیح میں بڑی مدد ملتی ہے۔ (رحمۃ للعلمین جلد اوّل ص ۴۰)

ولادت کے سلسلہ میں "یوم الاثنین" (پیر) کا ذکر صحیح مسلم میں بھی ہے ملاحظہ ہو صحیح مسلم۔ باب کم اقام مکۃ عن ابن عباسؓ۔

فلکیات کے مشہور مصری عالم اور محقق محمود پاشا نے حضور ﷺ کے زمانہ سے لے کر اپنے زمانہ تک سورج گرہن و چاند گرہن کا صحیح حساب کر کے پوری تحقیق کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ سن ولادت باسعادت میں کسی حساب سے بھی پیر کا دن بارہ ربیع الاول کو نہیں آتا۔ بلکہ ۹۔ ربیع الاوّل ہی کو آتا ہے۔

اس لیئے بلحاظ قوت و صحت روایات اور باعتبار حساب ہیئت ولادت مبارک کی مستند تاریخ ۹ ربیع الاوّل ہے۔

**تاریخ وفات:**

محدثین اور ارباب تاریخ کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ حضور ﷺ کی وفات ماہ ربیع الاوّل میں ۱۱ھ پیر کے دن ہوئی لیکن انہوں نے تاریخ وفات کے متعلق مختلف اقوال (۱، ۲، ۴، ۱۰، ۱۲) پیش کیئے ہیں۔ جمہور کے نزدیک بارہ ربیع الاوّل ہے۔

اہل تشیع کے نزدیک تاریخ وفات ۲۸ صفر اور ۱۲ ربیع الاوّل ہے ۲۸، صفر کی تاریخ کو تحفۃ العوام ص ۶۴ پر منحوس تاریخ کے طور پر نقل کیا گیا ہے کہ اس میں رسالت مآب ﷺ کی وفات ہوئی۔ اکثر شیعہ نے اسی تاریخ کو ترجیح دی ہے۔ جبکہ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی نے اصول کافی کتاب الحجۃ ص ۲۲۷ پر تاریخ وفات ۱۲ ربیع الاوّل نقل کی ہے۔

یہ ملحوظ رہے کہ سن ہجری کا استعمال حضور علیہ السلام کی رحلت کے چھ سال بعد حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں شروع ہوا اور پہلی مرتبہ یوم الخمیس ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۷ھ مطابق ۱۲ جولائی ۶۳۸ء کو اس کا نفاذ ہوا۔ بعثت نبوی ﷺ سے قبل عرب میں کوئی باقاعدہ کیلنڈر رائج نہیں تھا۔ عرب اپنی مرضی سے مہینوں میں ردو بدل کر لیا کرتے تھے اور بعض اوقات سال کے تیرہ یا چودہ مہینے بنا دیا کرتے تھے۔ اعلان نبوت سے قبل عرب میں "نسیٔ" کا عمل جاری رہا لیکن وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ کس کس سال میں "نسیٔ" کی گئی۔ قرآن نے اس عمل "نسیٔ" کو زیادتی قرار دیا۔ اس سے باآسانی یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ تاریخ وفات کی تعیین میں (جبکہ نسیٔ کا خاتمہ ہو چکا تھا، آپ ﷺ ایک عظیم انقلاب بپا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے پیچھے جاں نثاروں کی ایک عظیم جماعت بھی چھوڑ چکے تھے) یہ کچھ اختلاف ہے تو تاریخ ولادت بارہ ربیع الاوّل کس طرح قطعی ہو سکتی ہے؟ محققین کے نزدیک بارہ ربیع الاوّل تاریخ وفات کی روایت قطعاً ناقابل اعتبار ہے۔ ابو القاسم سہیلی اپنی مشہور کتاب روض الانف میں دعویٰ کرتے ہیں کہ سن ۱۱ھ ربیع الاول کا مہینہ اور پیر کا دن بالاتفاق متعین ہونے کے بعد حسابی اعتبار سے وفات کی تاریخ کس طرح ۱۲ ربیع الاوّل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ دو باتیں یقینی طور پر ثابت ہیں اور مورخین محدثین کا ان پر اجماع ہے اوّل یہ کہ حضور علیہ السلام نے اپنا آخری حج ۱۰ھ میں اور وقوف عرفہ ۹ ذی الحج جمعہ کے دن کیا ہے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الایمان باب زیادۃ الایمان ونقصانہ کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے) اور دوم یہ کہ حضور علیہ السلام کی وفات پیر کے دن ہوئی امام بخاری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس عیادت کے لیے تشریف لے گئیں تو انہوں نے دریافت کیا کہ آنحضرت ﷺ نے کس دن وفات پائی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ پیر کے دن (صحیح بخاری کتاب الجنائز۔ باب موت یوم الاثنین)

ان دو حقیقتوں کو تسلیم کر لینے کے بعد کسی حساب سے بھی ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو پیر کا دن نہیں آتا۔ کیونکہ حجتہ الوداع اور وفات کے درمیان صرف تین ماہ یعنی محرم، صفر اور ربیع الاوّل کے چاند طلوع ہوئے ہیں۔ تینوں ماہ کے چاند کی زیادہ سے زیادہ آٹھ صورتیں بن سکتی ہیں اور ان میں سے کسی صورت میں بھی ۱۲ ربیع الاوّل کو پیر کا دن نہیں آتا۔ تفصیل حسب ذیل ہے:۔

(۱)

۹۔ ذی الحج جمعہ کامل مہینہ (تیس دن کا)
یکم محرم ہفتہ کامل مہینہ (تیس دن کا)
یکم صفر پیر کامل مہینہ (تیس دن کا)
یکم ربیع الاوّل بدھ۔ اور ۱۲ ربیع الاوّل اتوار

(۲)

۹ ذی الحج جمعہ کامل مہینہ (تیس دن کا)
یکم محرم ہفتہ کامل مہینہ (تیس دن کا)
یکم صفر پیر ناقص مہینہ (اُنتیس دن کا)
یکم ربیع الاوّل۔ منگل اور ۱۲ ربیع الاوّل ہفتہ

(۳)

۹ ذی الحج جمعہ کامل مہینہ (تیس دن کا)
یکم محرم ہفتہ ناقص مہینہ (اُنتیس دن کا)
یکم صفر اتوار ناقص مہینہ (اُنتیس دن کا)
یکم ربیع الاوّل۔ پیر اور ۱۲ ربیع الاوّل۔ جمعہ

(۴)

۹ ذی الحج جمعہ کامل مہینہ (تیس دن کا)
یکم محرم ہفتہ ناقص مہینہ (اُنتیس دن کا)
یکم صفر اتوار کامل مہینہ (تیس دن کا)
یکم ربیع الاوّل۔ منگل اور ۱۲ ربیع الاوّل ہفتہ

(۵)

۹ ذی الحج جمعہ ناقص مہینہ (اُنتیس دن کا)
یکم محرم جمعہ ناقص مہینہ (انتیس دن کا)
یکم صفر ہفتہ ناقص مہینہ (انتیس دن کا)
یکم ربیع الاوّل اتوار اور ۱۲ ربیع الاوّل۔ جمعرات

(۶)

۹ ذی الحج جمعہ ناقص مہینہ (اُنتیس دن کا)
یکم محرم جمعہ ناقص مہینہ (اُنتیس دن کا)
یکم صفر ہفتہ کامل مہینہ (تیس دن کا)
یکم ربیع الاوّل۔ پیر اور ۱۲ ربیع الاوّل۔ جمعہ

(۷)

۹ ذی الحج جمعہ ناقص مہینہ (انتیس دن کا)
یکم محرم جمعہ کامل مہینہ (تیس دن کا)
یکم صفر اتوار کامل مہینہ (تیس دن کا)
یکم ربیع الاوّل۔ منگل اور ۱۲ ربیع الاوّل۔ ہفتہ

(۸)

۹ ذی الحج جمعہ ناقص مہینہ (انتیس دن کا)
یکم محرم جمعہ کامل مہینہ (تیس دن کا)
یکم صفر اتوار ناقص مہینہ (انتیس دن کا)
یکم ربیع الاوّل۔ پیر۔ اور ۱۲ ربیع الاوّل جمعہ

تین ماہ کے چاند کی مذکورہ بالا آٹھ صورتیں ہی ممکن تھیں اور حسن اتفاق کہ ان آٹھوں صورتوں میں ۱۲ ربیع الاوّل کو پیر کا دن نہیں آتا۔ جبکہ حضور ﷺ کی وفات کا پیر کے دن ہونا یقینی ہے لہذا ۱۲ ربیع الاوّل والی روایت جسے اگرچہ جمہور مؤرخین اور واعظین و مقررین نے اختیار کر لیا ہے خلاف حقیقت ہے۔

اسی طرح اہل تشیع کی دونوں روایات بھی (۲۸ صفر اور ۱۲ ربیع الاوّل) غلط ٹھہرتی ہیں کیونکہ ان کے نزدیک بھی وفات کا پیر کے دن ہونا یقینی ہے (فروع کافی جلد ثالث کتاب الروضہ) اور ان آٹھوں صورتوں میں نہ تو ۲۸ صفر کو پیر کا دن آتا ہے اور نہ ہی ۱۲ ربیع الاوّل کو محدثین و مؤرخین نے تاریخ وفات کے بارے میں یکم اور دو ربیع الاوّل

کے اقوال بھی ذکر کیئے ہیں اور ان دونوں تاریخوں میں پیر کا دن آتا ہے ۲ر بیع الاوّل کے قول کو ہشام بن محمد بن سائب کلبی اور ابو مخنف لوط بن یحیٰ نے روایت کیا ہے اس روایت کو اگرچہ قدیم مؤرخین یعقوبی و مسعودی نے قبول کیا ہے لیکن محدثین کے نزدیک کلبی اور ابو مخنف دونوں دروغ گو اور کذاب تھے۔ جبکہ مسعودی اور یعقوبی کا تعلق اہل تشیع کے ساتھ ہے۔

زرقانی میں دو ربیع الاوّل کی روایت کو ترجیح دی گئی ہے مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں کہ

تاریخ وفات میں مشہور ہے کہ بارہ ربیع الاول کو واقع ہوئی اور یہی جمہور مؤرخین لکھتے چلے آئے ہیں لیکن حساب سے کسی طرح یہ تاریخ وفات نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ بھی یقینی اور متفق علیہ امر ہے کہ وفات دوشنبہ کو ہوئی اور یہ بھی یقینی ہے کہ آپ ﷺ کا حج ۹۔ ذی الحج روز جمعہ کو ہوا۔ ان دونوں باتوں کے ملانے سے ۱۲ ربیع الاوّل کو روز دوشنبہ نہیں پڑتا۔ اس لیئے حافظ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں طویل بحث کے بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ تاریخ وفات ۲ ربیع الاوّل ہے۔ کتابت کی غلطی سے ۲ کا ۱۲ اور عربی عبارت میں ثانی شہر ربیع الاوّل کا ثانی عشر ربیع الاوّل بن گیا۔ حافظ مغلطائی نے بھی دو ربیع الاوّل کی تاریخ کو ترجیح دی ہے

(سیرت خاتم الانبیاء صفحہ ۱۴۴)

جیسا کہ اوپر واضح کیا جا چکا ہے کہ ۲ ربیع الاوّل کی روایت کے راوی کلبی اور ابو مخنف دونوں کذاب تھے لیکن راویوں کی دروغ گوئی کے قطع نظر اگر ۲ ربیع الاوّل کی روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو مذکورہ آٹھ صورتوں میں سے صرف ایک مرتبہ ۲ ربیع الاول کو پیر کا دن آتا ہے وہ اس طرح کہ محرم، صفر اور ربیع الاوّل تینوں مہینے ناقص یعنی انتیس دن کے تسلیم کر لیئے جائیں جیسا کہ صورت نمبر ۵ میں ہے جو خلاف اصول ہے۔

تاریخ وفات کے سلسلہ میں یکم ربیع الاوّل کی روایت ثقہ ترین ارباب سیر موسیٰ بن عقبہ اور مشہور محدث امام لیث مصری سے مروی ہے امام سہیلی نے "روض الانف" میں اسی روایت کو اقرب الی الحق لکھا ہے امام موصوف ہی نے سب سے پہلے درایتہً اس نکتے کو دریافت کیا تھا کہ ۱۲ ربیع الاوّل کو پیر کا دن نہیں آتا۔ یکم ربیع الاوّل کو پیر کا دن مذکورہ آٹھ صورتوں میں سے صورت نمبر ۳، نمبر ۶، اور نمبر ۸ میں آتا ہے اور یہ تینوں صورتیں کثیر الوقوع ہیں۔

علامہ سید سلیمان ندوی اپنی کتاب سیرت النبی ﷺ جلد دوم صفحہ ۱۶۰ پر مفصل بحث کے بعد لکھتے ہیں کہ وفات نبوی ﷺ کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاول ہے۔ کتب تفسیر میں تحت آیت

الیوم اکملت لکم دینکم.........

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس آیت کے یوم نزول ۹ ذی الحج ۱۰ھ سے روز وفات تک ۸۱ دن ہیں ۔ اس حساب سے بھی یکم ربیع الاوّل کو ۸۱ دن پورے ہو جاتے ہیں ذی الحج کے باقی ماندہ ۲۱ دن (بشمول ۹ ذی الحج) + محرم کے ۲۹ دن + صفر کے تیس دن + ربیع الاول کا ا دن (۲۱+۲۹+۳۰+۱)=۸۱ دن ابو نعیم نے "دلائل" میں بسند یکم ربیع الاوّل تک تاریخ وفات نقل کی ہے سیارہ ڈائجسٹ رسول ﷺ نمبر جلد اوّل صفحہ ۴۲۶ پر بھی تاریخ وفات یکم ربیع الاوّل تحریر ہے۔

حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ تمام روایات کا تجزیہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ قیاس صحیح سے قریب تر

روایت خوارزمی کی ہے جس میں تاریخ وفات یکم ربیع الاول منقول ہے۔ کیونکہ یہ تاریخ تینوں مہینوں میں انتیس اور تیس دن کے فرق سے بھی صحیح ہو جاتی ہے۔ (قصص القرآن جلد چہارم صفحہ ۵۱۷)

جناب مولانا جعفر شاہ صاحب پھلواریؒ لکھتے ہیں کہ:

ہمیں دوسری ربیع الاوّل کے یوم وفات ہونے پر اصرار نہیں لیکن بارھویں کے غلط ہونے پر ضرور اصرار ہے۔ کیونکہ بارھویں کو یوم وفات ماننے کے بعد دو مسلمات حدیث و تاریخ میں سے ایک چھوڑنا پڑے گا۔ یا تو یہ کہیئے کہ حجۃ الوداع جمعہ کو نہیں ہوا یا پھر یہ کہیئے کہ دوشنبہ کو حضور ﷺ کی وفات نہیں ہوئی تھی۔ یہ دونوں باتیں صحیح تسلیم کرنے کے بعد بارھویں ربیع الاوّل کو تاریخ وفات ہونا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ ۹ ذی الحج کو جمعہ کا دن ہونا اور پیر کا دن یوم وفات ہونا ایسے مسلمہ و مصدقہ حقائق ہیں جن کے خلاف کوئی شہادت موجود نہیں اور ان باتوں کے تسلیم کرنے کے بعد نہ بارہ ربیع الاوّل تاریخ وفات ہو سکتی ہے اور نہ ہی اٹھائیسویں صفر۔ (مقالات صفحہ ۳۹۳)

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ واضح ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کی تاریخ وفات یکم ربیع الاوّل ۱۱ھ ہے۔ اس کے برعکس بارہ ربیع الاوّل اور ۲۸ صفر کی روایات غیر مستند، غیر معتبر اور خلاف حقیقت ہیں۔

ان اریدالاالاصلاح مااستطعت وماتوفیقی الا باللہ

*


باذوق قارئین کے مطالعہ کیلئے بہترین کتابیں

هڈالی ضلع خوشاب میں

ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان کا تازہ شمارہ

مجلس احرار اسلام کا تمام لٹریچر

علماء کرام کی تقاریر کے کیسٹ

اور ہر قسم کی علمی، تاریخی اور ادبی کتابوں کا مرکز

مولوی محمد قاسم

مکتبہ رحمانیہ، نزد مین بازار، هڈالی، ضلع خوشاب



اہل ذوق کیلئے خوشخبری

اہل سنت اور غیر مقلدین کے مابین اختلافی مسائل مثلاً رفع یدین تقلید، آمین، نقد و حدیث، قرآۃ خلف الامام اور دیگر تحقیقی اشتہارات پتہ ذیل سے مل سکتے ہیں۔ قیمت فی اشتہا ۵/۔ روپے ڈاک خرچ بذمہ خریدار

اسامہ عزیز حنفی، فیصل مسجد فیصل کالونی لین نمبر ۳ ڈھیج بھاٹہ راولپنڈی

سید عطاء المحسن بخاری

# جناب وزیر اعظم ......... !

جناب محمد نواز شریف صاحب ! اس وقت جیسے آپ "قومی قیادت" کے منصب پر فائز ہیں، آج سے چودہ سو پندرہ برس پہلے ایک بوڑھے میاں، منحنی سے گویا مشت استخوان، منصب امامت و امارت پر فائز ہوئے تھے اور انہوں نے بڑے ہی قوی و جوان و رعنا الفاظ میں قیامت تک کی امت مسلمہ کے اماموں اور امراء کو ایک اصل الاصول عطا فرمایا تھا۔ یہ تھے مسجد نبوی کے امام و خلیفۃ الرسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ نے فرمایا تھا....

"اے لوگو! میں تم سے برتر نہیں ہوں۔ میں تمہارا والی بنایا گیا ہوں۔ اگر میں بھلے کام کروں تو میری اعانت کرو اور اگر میں غلط کام کروں تو مجھے سیدھا کردو، سچ امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ تم میں سے کمزور میرے نزدیک قوی ہے، جب تک کہ میں اس کا حق نہ دلادوں اور تم میں قوی میرے پاس کمزور ہے، جب تک میں اس سے حق نہ لے لوں (ان شاء اللہ) جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے، اللہ اسے ذلیل کر دیتا ہے اور جب بے حیائی عام ہو جائے تو بلائیں عام ہو جاتی ہیں۔ جب تک میں اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کروں، تم میری اطاعت کرو، جب میں اللہ و رسول کی نافرمانی کروں تو تم میری اطاعت مت کرو" (البدایہ ص ۳۰۱ ج ۶

جناب وزیر اعظم !

شاید آپ نے بھی یہ خطبہ پڑھا ہو یا سنا ہو، اسے اپنی تنہائیوں میں پڑھیں اور اپنے قلب کو گرمائیں اور عمل کی وادی میں اسی کلیے پر عمل کرتے ہوئے اتر جائیں۔ آپ کو آئینہ ایام میں بہت کچھ نظر آنے لگے گا۔ آپ یہ شفاف آئینہ میں ملاحظہ فرمائیں گے تو آپ کو نظر آئیگا کہ.....

"ملازمین حکومت غیر حاضر ہیں، یعنی کام چور نوالہ حاضر ہیں۔ سرکاری ملازمین ----- بجلی چور، گیس چور، تیل چور، ٹیکس دھندگان سے رشوت لے کر کروڑوں روپے کا گھپلا کرنے والے ہیں۔ لٹیروں کے سرغنے ہیں۔ نادھندگان پیپلز پارٹی میں تھے تو مسلم لیگ میں بھی ہیں اور لوٹ کھسوٹ میں برسرپیکار ہیں۔ جعلی ڈگریاں بانٹنے والے، محکمہ تعلیم کے "علمی مجرم" بھی سرکاری ملازم ہیں۔ امتحانات میں بوٹی مافیا سے مک مکا کرنے والے وڈیروں کے فرزندان ناہموار و کج نہاد ہیں۔ یعنی سفلگان خوش پوش ہیں۔ قبضہ گروپ..... انتظامیہ کے باعث جاہل طاقت وروں کا غول خسیس اب بھی سرگرم ہے۔ منشیات فروش، شباشب منازل طے کرنے والے، ناجائز اسلحہ لانے والے، بتوں کے پجاری، کرپٹ انتظامیہ، کرپٹ سیاست باز.....کعبے کے راندے ہوئے بت ہیں۔ کرپٹ بیورو کریسی بولہبی مزرعین کی دھتکاری ہوئی کھیپ ہے۔ کرپٹ وزراء مجرموں کے اکابرو سرپرست ہیں۔ "جھولی چک" خواص کے پالتو جانور، بے وقتے، بے وقعت، بے جرات اور بے مروت ہیں۔ ان صفات و اعمال کے حامل لوگوں نے اس ملک کا ستیاناس کیا ہے اور اب بھی یہی